عورت کی سیاست و سیادت کا اسلامی تناظر: بر صغیر کے منتخب اہلِ علم کی آرا کا مطالعہ

Islamic Perspective on Women's Politics and Leadership: A Study of the Opinions of Selected Scholars of Subcontinent

*Rozeena Hussain Shah
**Dr. Umar Hayat

Abstract

From the Islamic point of view, a woman's primary domain is her home. But he is also allowed to engage in activities outside the home with appropriate restrictions. However there is a much debate amongst the scholars on the political role and leadership of women in Islamic perspective. This article gives a brief overview of the opinions of selected scholars of subcontinent on the referred issue. It explores that wherever there was a need, Muslim women showed the essence of their abilities and talents. Muslim women who were mature in political understanding used to offer their services in the field of politics with freedom and convenience. Muslim rulers were fully aware of women's understanding and political awareness. From time to time, these rulers consulted politically savvy women in state affairs and sometimes sought advice from these women. So, according to Islamic *Sharī'ah*, a woman can take part in political activities, taking care of her Islamic etiquette, and if she is qualified, she can get political leadership.

Keywords: Woman, Islam. Politics, leadership

اسلام کے نقطۂ نظر سے عورت کا بنیادی دائرہ کار اس کا گھر ہے۔ مگر اس کو مناسب حدود و قیود کے ساتھ گھر سے باہر کی سرگرمیوں میں شریک ہونے کی بھی اجازت ہے۔اسلامی تاریخ سے واضح ہے گھر گرہستی کے عمومی کاموں کے علاوہ بھی مختلف میادین میں جہاں کہیں ضرورت پیش آئی مسلم عورتوں نے اپنے اہلیتوں اور قابلیتوں کے جوہر دکھائے۔جو

*PhD Scholar, Islamic Studies, GCU, Faisalabad
**Assistant Professor of Islamic Studies, GCU, Faisalabad

مسلمان عورتیں سیاسی فہم میں پختگی رکھتیں وہ سیاست کے میدان میں آزادی و سہولت کے ساتھ اپنی خدمات پیش کیا کرتی تھیں۔ مسلم اعیانِ حکومت کو طبقہ نسواں کی سمجھ بوجھ اور سیاسی شعور کی بیداری کا مکمل حال معلوم رہتا تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً سنجیدہ فکر خواتین سے ریاستی امور میں مشورے کرتے اور بعض اوقات خود پند و نصائح کی درخواست فرماتے نظر آتے۔ان تمام حقائق کے باوجود مسلم علما کے ہاں اس حوالے سے کافی بحث پائی جاتی ہے کہ سیاسی کردار و سیادت کے حوالے سے مسلم خواتین کا حقیقی دائرۂ کار کیا ہے۔ان سطور میں زیرِ بحث موضوع سے متعلق برصغیر کے چند منتخب اہلِ علم کی آرا کا مختصر جائزہ پیش نظر ہے۔اس میں یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اسلامی تاریخ کے حوالوں سے عورت کے زیرِ نظر کردار سے متعلق کیا تصویر سامنے آتی ہے؟ اور مسلم اہلِ علم نے اس کو کیسے دیکھا اور اس سے کیا نتائج اخذ کیے ہیں؟

سیاسی امور میں خواتین سے مشاورت: حضور ﷺ اور صحابہ کا طرز عمل

تکمیل معاہدہ صلحِ حدیبیہ کے وقت نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ قربانی کے جانور ذبح کریں اور سر کے بال مونڈھ کر احرام کھول لیں۔آپ ﷺ نے سہ بار اپنی بات دہرائی مگر کوئی نہ اُٹھا، پھر آپ ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے خیمے میں تشریف لے گئے اور اس امر پر مشورہ کیا تو انھوں نے مشورہ دیا کہ آپ ﷺ خود قربانی کا جانور ذبح کریں اور سر کے بال مونڈھ ڈالیں۔آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کے مشورے پر عمل کیا تو آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی قربانی کی اور سر کے بال مونڈھ ڈالے۔[1] مسلمانوں کی جماعت بحران کا شکار ہو گئی تھی اور اس بحران کو دور کرنے کا وسیلہ ایک خاتون معزز سیدنا ام سلمہ کو نصیب ہوا۔ جس سے خواتین سے مشاورت کا اصول بھی ثابت ہوتا ہے۔صحابہ کرامؓ کا بھی امور ریاست میں خواتین سے مشاورت کرنا ثابت ہے۔ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں لکھا کہ وہ انھیں کوئی مختصر نصیحت فرمائیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

> "فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُول: من التمَس رضى الله بسخط النَّاس كفاهُ اللَّهُ مؤونة النَّاس وَمن التمس رضى النَّاسِ بِسَخَطِ اللَّهِ وَكَلَهُ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ"[2]
>
> "میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، جو شخص لوگوں کو ناراض کرکے اللہ کی رضا تلاش کرے۔اللہ اسے انسانوں کے شر سے بچالیتا ہے، لیکن جو شخص لوگوں کی رضا جوئی کے لیے اللہ کو ناراض کرتا ہے تو اللہ پھر اسے لوگوں کے حوالے کرتا ہے۔"

قانون سازی میں خواتین کی نمائندگی

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، س ن)، رقم الحدیث: 2581۔

[2] محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، س ن)، رقم الحدیث: 2414۔

قانون سازی میں خواتین کی نمائندگی کی مثال خلیفہ ثانی کے دور میں ملتی ہے۔ آپؓ نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ مہر کی مقدار معین کر دی جائے، کیونکہ مہر کی وجہ سے جوانوں کو نکاح میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ ایک خاتون اُٹھی اور کہا کہ اے عمرؓ! آپ کو اس بات کا حق نہیں ہے، کیونکہ مہر کا حق عورت کو اللہ نے دیا ہے اور اُس نے قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت کی۔ وَاِنۡ اَرَدۡتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـــًٔا ‌ؕ اَتَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا "[3] "اور اگر تم ایک زوجہ کے بدلے دوسری زوجہ تبدیل کرنا چاہو اور تم اُسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپسی کا تقاضا نہ کرو۔ کیا تم ظلم و دہشت کے ذریعے اور کھلا گناہ کرکے وہ مال لوگے۔" تب حضرت عمرؓ نے فرمایا: **امراۃ اصابت و رجل اخطاء**[4] "عورت کی بات درست ہے اور مرد خطا پر ہے۔"

اس مثال سے ظاہر ہوا کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے عورت قانونی امور میں آزادانہ اپنی رائے کا اظہار کر سکتی ہے اور دلیل کی بنیاد پر خلیفۂ وقت تک کو کسی کام سے روک سکتی ہے۔

سفارتی کردار

اسلامی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ اسلام کے یہاں عورت کے سفارتی کردار میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ ضرورت اور اہلیت کے مطابق عورتوں کا سفیر بنایا جا سکتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت ام کلثومؓ بنت علی بن ابی طالب کو مختلف تحائف، خوشبو، مشروبات وغیرہ دے کر ملکہ روم کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجا۔[5] تاکہ اسلامی تشخص اور مسلمان عورت کے حقوق و فرائض کو اغیار کے سامنے بہتر انداز میں اجاگر کیا جاسکے اور دعوتِ اسلام کو عام کیا جائے۔

---

[3] النساء 4: 20۔

[4] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (ریاض: دار طیبہ للنشر والتوزیع، 1420ھ)، 2: 244

[5] ابوالحسن بن محمد بن حبیب الماوردی، الاحکام السلطانیہ (لاہور: قدیمی کتب خانہ، 2010ء)، 15۔

عورت کی سیاست و سیادت سے متعلق اہلِ علم کی آرا

عورت کی خلافت اور امامت کی ذمہ داریوں کے حوالے سے متعدد آرا ملتی ہیں۔ جن کی بنیاد قرآن و سنت کی متنوع تشریحات ہیں۔ ذیل میں بعض نصوص کے تناظر میں برصغیر کے نمایاں اہلِ علم کی آرا پیش کی جاتی ہیں:

ارشادِ باری تعالی ہے:الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ[6] "مرد عورتوں پر قوام ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے کیونکہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔"

اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے کہ مرد عورتوں کی زندگی کا بندوبست کرنے والے ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض (خاص خاص باتوں پر) فضیلت دی ہے نیز اس لیے کہ مرد اپنا مال ان پر خرچ کرتے ہیں۔ بس نیک عورتوں کو چاہیے کہ وہ اطاعت شعار رہیں۔ ہر گروہ پر خاص خاص باتوں میں فوقیت دی ہے اور ایسی ہی فوقیت مردوں کو بھی عورتوں پر ہے۔ مرد عورت کی ضرورت معیشت کے قیام کا ذریعہ ہیں، اسی لیے سربراہی کارفرمائی کا مقام قدرتی طور پر انھی کے لیے ہو گیا ہے۔[7]

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے مطابق کسی چیز کی ضروریات کو مہیا کرنے والے، ضرورت، نگہبانی، اصلاح و درستگی کے ذمہ داروں کو عربی میں قوام کہا جاتا ہے مزید لکھتے ہیں کہ گھریلو ریاست کا بھی ایک حاکم ہونا چاہیے جو کہ ریاست کی تمام ضروریات اور اس کی خوش حالی کا ذمہ دار ہو۔ اس کے احکام کی اطاعت کی جانی چاہیے مگر اس ذمہ داری کو سونپنے کے دو افراد ہی اہل ہیں ماں اور باپ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا اہل باپ کو قرار دیا ہے۔ ان دو خوبیوں "وھبی" اور "کسبی" پہلی خوبی مرد کی جسمانی قوت، ذہنی برتری، معاملہ فہمی اور دوراندیشی ان معاملات میں وہ عورت سے بڑھا ہوا ہے۔[8] اس چیز کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے "بما فضل اللہ بعضھم علی بعض" دوسری خوبی بچوں اور بیوی کے جملہ اخراجات کی ذمہ داری ان حفاظت وخیانت۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے "وبما انفقو من اموالھم" اس لیے مرد اپنی فطری کسبی برتری کے باعث ہی اس امر کا مستحق ہے کہ وہ گھر کی ریاست کا امیر ہو اس کے علاوہ عورت کے اپنے حقوق ہیں جو مرد پر واجب ہیں جیسے مرد کے حقوق عورت کے ذمہ ہیں۔[9]

مولانا مودودیؒ لفظ "قوام" کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس لفظ "قوام" سے مراد جو کسی ادارے یا نظام کے معاملات درست حالت میں چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ یہاں فضیلت

---

[6] النساء4: 34۔

[7] ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن (لاہور: اسلامی اکادمی، 1983ء)، 1: 410۔

[8] محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1403ھ)، 1: 34۔

[9] الازہری، ضیاء القرآن، 1: 35۔

بمعنی شرف کی کرامت و عزت کے نہیں ہے بلکہ ان میں سے ایک صنف (مرد) کو اللہ نے طبعاً بعض ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی ہیں جو کہ دوسری صنف (عورت) کو نہیں دیں اس لیے خاندانی نظام میں مرد ہی "قوام" کی اہلیت رکھتا ہے اور عورت کو خاندانی زندگی میں مرد کی حفاظت و خبر گیری کے تحت رہنا چاہیے۔ مولانا مودودیؒ کے نزدیک مرد اور عورت اگرچہ حقوق کے لحاظ سے برابر ہیں لیکن قدرت نے ان کے نزدیک جو کام متعین کیے ہیں ان کا دائرہ کار الگ الگ ہے۔ سیاسی فوجی امور کو نبھانا مرد کی ذمہ داری ہے عورت کی نہیں۔ جس شخص کو خاندانی امور میں نگران نہیں بنایا گیا ہے اس کو سیاسی امور میں کیسے نگران بنایا جاسکتا ہے۔[10]

مولانا وحیدالدین خان کے نزدیک مرد کو قوام بنانے کا یہ مقصد نہیں کہ مرد عورت سے افضل ہے۔ یہ تقرری انتظامی بنیاد پر ہے نہ کہ افضیلت کی بنیاد پر۔ انتظامی تقسیم کے علاوہ درجہ کے اعتبار سے عورت اور مرد دونوں بالکل یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔[11] مرد اور عورت کے حیاتیاتی اور نفسیاتی فرق ہے۔ "قوامیت" کی صلاحیتیں مرد کو اور اطاعت کی صلاحیتیں عورت کو دی گئی ہیں۔ اس لیے اللہ کی بنائے ہوئے دائرہ کار میں مرد ہی خاندان کا سربراہ ہے۔[12] مولانا وحیدالدین خاں کا کہنا ہے کہ عورت کو ترقی دینے کا اصل راز یہ نہیں ہے کہ اس کو زندگی کے ہر میدان میں داخل کیا جائے بلکہ اس کا اصل راز یہ ہے کہ عورت کو صاحبِ علم اور صاحبِ شعور بنایا جائے۔ عورت جتنا زیادہ باشعور ہو گی اتنا ہی بڑا کام وہ اس دنیا میں انجام دے سکے گی۔ عورت اگر حقیقی معنوں میں باشعور ہو تو وہ گھر کے اندر رہ کر بھی بڑے بڑے کام سرانجام دے سکتی ہے۔ اور اگر بے شعور ہو تو کوئی بھی بڑا کام نہیں کر سکتی، خواہ اس کو سب سے بڑے چوراہا پر کیوں نہ ہی کھڑا کر دیا گیا ہو۔ تاریخ میں ایسی بہت سے عورتیں گزری ہیں جو عملاً گھر کے اندر رہیں مگر انھوں نے باہر کی دنیا پر اپنے زبردست اثرات مرتب کیے۔ انھی میں ایک نور جہاں ہے، جو مغل حکمران جہانگیر کی بیوی تھی۔ تقسیم کار کے اصول کے تحت اگرچہ عورت جسمانی طور پر زیادہ تر گھر کے دائرہ میں رہتی ہے۔ مگر ذہنی اور قلبی طور پر وہ مرد کی شریک کار ہوتی ہے۔ عورت اگر گھریلو امور کی نگران ہے تو باہر کے کاموں کی وہ مرد کے واسطہ سے نگرانی کرتی ہے۔[13]

مولانا مودودیؒ کہتے ہیں کہ اگر خواتین نے اپنے ادوار میں جنگی خدمات انجام دیں تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ گھر سے باہر کے تمام امور سرانجام دینا شروع کر دیں۔ یہ خلافِ فطرت ہے اور زندگی کو تباہ کر دینے والا نظام ہے۔ ان کے نزدیک کوئی اسلامی ریاست اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ جس میں عورت کی صدارت، وزارت، مجلس شوریٰ یا دیگر امور کو سرانجام دیں۔ ان دلائل کے باوجود مولانا مودودیؒ نے صدر ایوب خان کے مقابلہ میں محترمہ فاطمہ جناح کو سپورٹ

---

[10] مودودی، اسلامی ریاست، 506۔

[11] مولانا وحیدالدین خان، خاتون اسلام (نئی دہلی: مکتبہ الرسالہ، 1987ء)، 210۔

[12] وحیدالدین، تذکیر القرآن، 90۔

[13] وحیدالدین، خاتون اسلام، 404۔

کیا تھا اور خواتین جماعتِ اسلامی کے اراکین سیاست میں مکمل حصہ دار اور مجلسِ شوریٰ کی رکن بھی ہیں۔ مولانا عورت کے کردار کو گھر تک ہی محدود کرنے کے حامی ہیں مگر بقول پروفیسر رفیع الدین شہاب بعدازاں مولانا مودودیؒ اس معاملہ میں نرم پڑ گئے تھے ان کے نزدیک اگر قابل مرد نہ ہوں تو سسٹم کو ڈکٹیٹر شپ سے جمہوریت کی طرف لانا ہو تو عورت کو سیاسی حکمرانی سونپی جا سکتی ہے۔[14] جاوید احمد غامدی عورت کا سربراہ مملکت بننے کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسلام میں ریاست کا سربراہ کثرت رائے سے مقرر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق (42: 38) جو کوئی بھی خواہ مرد ہو یا عورت جو اکثریت کی بنا پر چنا جاتا ہے وہ قانونی طور پر اس عہدہ کا اہل ہوتا ہے۔ اگر اکثریت عورت کو اس عہدے کے لیے چن لیتی ہے تو کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ کثرتِ رائے کی مخالفت کرے۔[15]

عورت کا حق حکمرانی کے بارے میں ایک حدیث ہے جس سے فقہا عمومی طور پر استدلال کرتے ہیں ابو بکرۃؓ کی روایت ہے کہ جب اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر پہنچی کہ فارس پر ایک عورت حکومت کرتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: **لن يفلح قوم وتو أمرهم امرة**[16]"وہ قوم کبھی اصلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات عورت کے سپرد کر دیئے ہوں۔" کچھ فقہا اس حدیث کی بنا پر عورت کے لیے ہر قسم کی ولایت اور حکمرانی کی نفی کرتے ہیں اور کچھ صرف خلافت کی نفی کرتے ہیں۔ اس حدیث کے متعلق جاوید احمد غامدی کا کہنا ہے کہ اس حدیث کو 38ھ تک کوئی جانتا نہ تھا کہ یہ حدیث ہے بھی کہ نہیں۔ جب حضرت عائشہؓ حضرت علیؓ کے مدمقابل آئیں تو اس حدیث کو بیان کیا جانے لگا دوسرا اس مسند میں عوف بن ابی جمیلہ کا نام لیا جاتا ہے، جو عثمان مخالفین میں سے تھے کیونکہ حضرت عائشہؓ حضرت عثمانؓ کی طرف دار تھیں اس لیے یہ حدیث گھڑی گئی۔ بہر حال یہ حدیث خبر واحد ہے اس لحاظ سے یہ غریب کے درجہ پر پہنچی ہوئی ہے اگر یہ حدیث مشہور ہوتی تو دیگر صحابہ نے بھی اس کو بیان کیا ہوتا۔[17] جہاں تک عورت کی قیادت کی تاریک شہادتوں کا تعلق ہے تو تاریخ میں اس کے واضح شواہد ملتے ہیں۔ عہد سلاطین میں رضیہ سلطانہ دکن میں چاند بی بی اور بھوپال میں بھی خواتین برسراقتدار رہیں۔ مصر میں بادشاہ نجم الدین کی دختر ملکہ شجرۃ کو حکمران تسلیم کیا گیا تھا اس کے نام کا جمعہ کے دن باقاعدہ خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ رضیہ نے باقاعدہ تین سال چھ دن تک حکومت کی اور ازمنۂ وسطیٰ میں مسلمانوں نے عورت کے حق حکمرانی کو تسلیم کیا ہے۔[18]

---

[14] پروفیسر رفیع اللہ شہاب، منصب حکومت اور مسلمان عورت (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1989ء)، 30۔

[15] Jāved Ahmad Ghāmdī, The Political *Sharī'ah* of Islam(Lahore: Al-Mawrid, 2005), 58

[16] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث 4425۔

[17] . Ghāmdī, The Political *Sharī'ah* of Islam, 128.

[18] Ghamdi, The Political Shariah of Islam,58.

پروفیسر رفیع الدین اللہ شہاب نے مذکورہ صدر حدیث سے متعلق لکھا ہے کہ صحیح نہیں ہے۔ اس کے راوی ابو بکرہؓ پر کذب کا الزام ثابت ہے۔[19] پروفیسر رفیع اللہ شہاب عورت کو حق حکمرانی دینے کے قائل ہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ مرد کی طرح عورت کا بھی اس پر شرعی حق ہے۔ اس ضمن میں وہ قرآن میں ملکہ سبا کی حکومت کا حوالہ دیتے ہیں کہ قرآن میں عورت کی حکمرانی کا تذکرہ ہے۔[20] ان کی حکمرانی جمہوری طرز کی تھی ان کی مجلس شوریٰ تھی، جس میں تین سو بارہ ارکان تھے اور وہ ملکہ ان سب سے زیادہ ذہین تھی، کیونکہ انھوں نے ممبران کا مشورہ قبول نہ کیا بلکہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو تحفہ دے کر آزمانا چاہا اور جب وہ پیغمبر خدا اس آزمائش پر پورے اترے تو ملکہ سبا نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابو ھریرہؓ سے مروی ایک حدیث جس کا تذکرہ ترمذی شریف میں ہے: **عن ابی هريرة قال: قال رسول الله اذا كانت امرء كم خياركم واغنياءكم، سمحاؤ كم، وامور كم شورى بينكم فظهر الارض خيرلكم من بطنها، وإذا كانت امراء كم شراركم واغنياء كم بخلائكم وامور كم إلى انسائكم فبطن الارض خيرلكم من ظهرها**[21] "حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے حکام نیک ہوں، تمہارے اغنیاء سخی ہوں اور تمہاری حکومت باہمی مشورے سے ہو تو تمہارے لیے زمین کا اوپر کا حصہ زمین کے نچلے حصے سے بہتر ہے اور جب تمھارے حکام بدکار ہوں اور تمھارے اغنیاء بخیل ہوں اور تمھارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمھارے لیے زمین کا نچلا حصہ اوپر والے حصہ سے بہتر ہے۔"

اس حدیث مبارکہ کے دو حصہ ہیں پہلے میں اغنیا کا سخی اور حکومتی امور کا باہمی مشاورت سے طے پانا ہے اور اس کو بہتر قرار دیا گیا ہے جبکہ دوسرے حصہ میں اغنیا بخیل، بدکار اور معاملات عورتوں کے سپرد کرنے کا ہے۔ مولانا شرف علی تھانویؒ نے اس میں دوسرے نقطہ نظر کو ختیار کیا ہے اور ان رائے کے مطابق کہ دوسرے حصہ میں مشاورت کا معاملہ نہیں ہے بلکہ مکمل معاملات سپرد کرنے کا مسئلہ ہے اور جمہوری طرزِ حکومت میں تمام اختیارات کا مالک اکیلا حاکم نہیں ہوتا اس لیے عورت کی حکمرانی اس حدیث کے خلاف نہیں۔[22]

ڈاکٹر عصمت ناز خواتین کے سیاسی شعور کے حوالہ سے تحریر کرتی ہیں کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں عورتیں مکمل سیاسی شعور رکھتیں تھیں اور صحابہ کرام کو مختلف امور میں مشورے بھی دیتی تھیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سمرہ بنت نہیکؓ کی مثال پیش کی جو مارکیٹ میں مختلف امور کو دیکھا کرتی تھیں اور ان کے ہاتھ

---

[19] شہاب، منصب حکومت اور مسلمان عورت، 47۔

[20] النمل 27 : 32۔

[21] ترمذی، جامع ترمذی، رقم الحدیث 2266۔

[22] محمد اشرف علی تھانوی، ملفوظات حکیم الامت (ملتان: مکتبہ امدادیہ، س ن) 7 : 49۔

میں ہر وقت کوڑا رہتا تھا۔ ڈاکٹر عصمت ناز کہتی ہیں کہ عورتیں اکیلی تو حکومت نہیں چلائیں گی بلکہ ان کی معاونت کے لیے ساتھ مرد بھی تو ہوں گے۔[23]

نتیجہ بحث

مسلم اہلِ علم کی آرا کے جائزہ کے بعد خواتین کی سیاسی قیادت وسیادت سے متعلق دو آرا سامنے آتی ہیں۔ ایک رائے کے حامل مفکرین خواتین کی حکمرانی کو ناجائز گردانتے ہیں۔ مثلاً مولانا مودودی کے نزدیک قرآن نے عورت کا دائرہ کار واضح کر دیا ہے ان کے نزدیک وہ ریاست کے سیاسی امور میں بھی شرکت کی اہل نہیں۔[24] مولانا اشرف علی تھانوی عورت کی عقل و فہم برداشت کو مرد سے کم گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر عورتوں کو بھی مرد کے برابر عہدے دے دیے جائیں تو وہ اپنے حقیقی فرائض (پرورشِ اولاد) سے غفلت برتنا شروع کر دیں گی، ہاں مخصوص حالات (جمہوری حکومت) جس میں عورت کی حیثیت رکن مشورہ کی ہو جائز ہے۔ سید سلیمان ندوی کے مطابق حضرت عائشہؓ کا سیاست میں عمل دخل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مسلمان عورت کے حقوق اتنے محدود نہیں ہیں جس قدر سمجھے جاتے ہیں۔[25] جاوید احمد غامدی اور رفیع اللہ شہاب وغیرہ عورت کی سیاسی قیادت کے حق میں ہیں۔ ڈاکٹر عصمت ناز کے نزدیک مرد کے معاونت کار ہونے کی صورت میں عورت سیاسی امور چلا سکتی ہے۔ ان سب آرا کو سامنے رکھا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اکثر اہلِ علم عورت کی سیاست وسیادت کو مطلّقاً ناجائز نہیں سمجھتے۔ کچھ لوگ مطلّقاً جائز سمجھتے ہیں، کچھ بعض سخت قیود عائد کرتے ہیں اور کم ایسے ہیں جو بالکل ناجائز سمجھتے ہیں۔ جو نظری طور پر مطلّقاً ناجائز سمجھتے ہیں، وہ بھی عملاً اس کی اہمیت تسلیم کر چکے ہیں۔ مثلاً مولانا مودودی کی جماعت کی خواتین اسمبلی اور جماعت کی مجلس شوریٰ کی رکن ہیں۔ حاصلِ کلام یہ کہ اسلامی ریاست کا اہم مقصد عدل کا قیام اور تمام باشندوں کے حقوق و فرائض کا توازن برقرار رکھنا ہے۔ اسلام جس طرح مرد کو سیاست کے میدان میں آنے کا حق دیتا ہے۔ اسی طرح عورتوں کے عمل کو بھی جائز سمجھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفا راشدین کے دور میں بھی خواتین اپنے سیاسی کردار کو بخوبی نبھاتی رہی ہیں۔ لہٰذا اسلامی شریعت کی رو سے عورت اپنے اسلامی آداب کا خیال رکھتے ہوئے سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لے سکتی ہے اور اپنی اہلیت کی بنا پر قیادت بھی حاصل کر سکتی ہے۔

---

[23] ڈاکٹر عصمت ناز، مقدمہ عورت، اسلام اور معاشرہ (ملتان، عتیقہ پرنٹرز 2003ء)۔

[24] ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی دستور کی تدوین (لاہور: اسلام پبلی کیشنز، 2005ء)، 78-80۔

[25] سید سلیمان ندوی، سیرت عائشہؓ (لاہور: دار البلاغ، 2016ء)، 124-125۔